قرآن کا اعجاز

ڈاکٹر ظفر الاسلام خان ○

مسلمانوں کا روزِ اوّل سے اعتقاد ہے کہ قرآن پاک شکلاً اور مضموناً دونوں طور سے اعجاز کا حامل ہے اور کوئی بشری کلام اس کی برابری نہیں کرسکتا ہے۔ قرآن پاک کو اللہ پاک نے ہمیشہ کے لیے انسانوں کی ہدایت اور رسول اکرمؐ کی رسالت کی دلیل کے طور سے نازل کیا۔ قرآن پاک کے نزول سے دو باتیں ثابت ہوئیں: پہلا یہ کہ وہ کلام اللہ ہے، دوسرے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول و نبی ہیں۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے بہت سے معجزے بھی صادر ہوئے جیسے شق القمر، کنکریوں (حصی) کا تسبیح پڑھنا، حضور پاک کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا لیکن وہ سب وقتی تھے اور ختم ہوگئے، جب کہ قرآن پاک ہمیشہ کے لیے معجزہ ہے اور آخرت تک باقی رہے گا۔

مشرکین قریش نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حسی معجزہ مانگا تھا جیسے:

- انھوں نے کہا کہ حضور پاکؐ پر فرشتہ نازل ہو جسے مشرکین دیکھیں: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧ (الانعام۶:۸)۔
- انھوں نے حضور پاکؐ سے مطالبہ کیا کہ وہ ویسے ہی معجزے لائیں جو دوسرے نبیوں کو ملے تھے: وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰي نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ (الانعام۶: ۱۲۴)۔
- انھوں نے معجزوں کا انکار کرتے ہوئے نئے معجزوں کا مطالبہ کیا: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ (الانعام۶: ۳۷)۔

○ مترجم قرآن، The Glorious Quran، مدیر اعلیٰ دی ملّی گزٹ،

- انھوں نے کہا کہ ایک چشمہ جاری کر دیجیے: وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۹۰)۔
- انھوں نے کہا کہ اس پیغمبر کی مدد کے لیے ایک فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا جاتا، اس کے لیے ایک خزانہ کیوں نہیں اتارا جاتا، اسے ایک باغ کیوں نہیں دیا جاتا؟: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ (الفرقان ۲۵:۷-۸)۔
- انھوں نے کہا کہ اس نبی کے پاس سونے کا گھر ہونا چاہیے: اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (بنی اسرائیل ۱۷:۹۳)۔
- انھوں نے کہا کہ اس نبی کو وہی معجزے کیوں نہیں ملتے جو حضرت موسیٰؑ کو دیے گئے تھے: قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰي ۭ (القصص ۲۸:۴۸)۔
- انھوں نے کہا کہ نبی پر معجزے کیوں نہیں نازل ہوتے؟: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ (العنکبوت ۲۹:۵۰)۔
- انھوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ و طائف) کے کسی عظیم شخص پر کیوں نازل نہیں ہوا؟: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ (الزخرف ۴۳:۳۱)۔

انبیا علیہم السلام کو اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے معجزے ملے۔ جادوگری کے زمانے میں حضرت موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضاء ملا۔ طب کے فروغ کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو مریضوں کو شفایاب کرنے کا معجزہ ملا۔ عربوں کو اپنی فصاحت و بلاغت اور شعر و خطابت پر ناز تھا، اس لیے ان کے لیے معجزۂ قرآن آیا۔ اللہ پاک نے حسی معجزے کے بجائے اپنے آخری نبی کو عقلی معجزہ دیا۔ عقلی معجزہ زمان و مکان کی حدود سے آزاد ہے، جب کہ حسی معجزہ زمان و مکان میں ہی واقع ہوسکتا ہے۔

اعجاز قرآن

قرآن پاک کے اعجاز پر گفتگو عباسی دور میں شروع ہوئی۔ اس کا بنیادی مقصد قرآن پاک کا

دفاع کرنا تھا۔ اس سلسلے میں ایک بڑا مسئلہ معتزلی عالم اور لیڈر ابراہیم بن سیار النظّام (م: ۲۲۴ھ) نے پیدا کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ قرآن پاک میں بذاتہٖ اعجاز نہیں ہے بلکہ اللہ پاک نے لوگوں کی توجہ اس بات سے ہٹا دی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا خیال تھا کہ قرآن پاک کے چیلنج کا جواب دیا جاسکتا ہے لیکن چونکہ اللہ پاک نے لوگوں کی توجہ اس طرف سے ہٹا دی ہے، اس لیے یہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس نظریہ کا نام 'صرفۃ' ہے یعنی توجہ پھیر دینا یا ہٹا دینا۔ اس نظریے کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ قرآن کی نقل کی جاسکتی ہے لیکن اللہ پاک نے عربوں کو اس صلاحیت سے محروم کر دیا ہے۔ لیکن اس رائے کو عام مقبولیت نہیں ملی۔

اسی زمانے میں زنادقہ نے بھی سر اٹھایا۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ قرآن پاک میں استعمال شدہ بعض کلمات مناسب نہیں ہیں اور قرآن کے بعض فقروں میں بلاغت و فصاحت نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں کلام پاک معجزہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ سوسائٹی کے بعض لوگوں کو قرآن پاک کے بعض مبادی جیسے مساوات و عدل سے پریشانی ہوئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سب لوگ برابر ہوں۔ اس وجہ سے انھوں نے قرآن پاک کے بارے میں شک و شبہہ اور تشکیک شروع کر دی۔[۱]

یہی وجہ ہے کہ اس زمانے سے قرآن پاک کے اعجاز کے بارے میں علما نے کثرت سے لکھنا شروع کیا۔ بعض نے اپنی کتابوں میں اس مسئلے کا تذکرہ کیا اور بعض نے الگ سے کتابیں تصنیف کیں۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اعجاز اور معجزہ

قرآن پاک نے لفظ 'معجزہ' یا 'اعجاز' استعمال نہیں کیا ہے۔ یہ اصطلاحیں بعد کے علما نے وضع کی ہیں۔ اسلام آنے کے بعد شروع کی دو صدیوں میں مسلمانوں نے قرآن پاک میں 'اعجاز' کی طرف توجہ نہیں دی۔ ایک اسکالر نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ (۱) اس وقت تک اسلامی عقل بہت باریک مسائل کے بارے میں سوچنے کی عادی نہیں ہوئی تھی، (۲) مسلمان نص قرآنی کو بہت تقدس کی نظر سے دیکھتے تھے، اس لیے اس جیسے مسائل کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔[۲] اس میں یہ اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ شروع کی دو صدیاں آپس میں سیاسی خلفشار کی تھیں اور مسلمان جنگوں اور فتوحات میں بہت مشغول تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن پاک کا لسانی، بیانی اور تشریعی اعجاز

قرنِ اول کے مسلمانوں کے سامنے ایک حقیقت تھا، اس لیے اس کے دفاع کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

پہلی دو ہجری صدیوں کے دوران ہمیں اعجاز القرآن کے بارے میں کوئی تصنیف نظر نہیں آتی۔ دوسری صدی ہجری کے آخر میں ابوعبیدہ معمر بن مثنی (م:۲۰۹ھ) نے کتاب اعجاز القرآن لکھی جو اس موضوع پر پہلی کتاب تھی، لیکن وہ ان کی دوسری کتابوں کی طرح ناپید ہے۔ اسی زمانے میں قرآن پاک کے اعلیٰ عربی، ابلاغی اور بیانی اسلوب کے بارے میں بات شروع ہوئی اور تیسری صدی ہجری سے اعجاز القرآن کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں تصنیف کی جانے لگیں، مثلاً:

- ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (م: ۲۵۵ھ) نے نظم القرآن نامی کتاب لکھی جس میں قرآن پاک کے نظم اور تالیف کے اعجاز کا تذکرہ کیا اور اپنے استاذ ابراہیم بن سیار النظّام (م:۲۲۶ھ) کے نظریۂ صرفہ کو رَد کیا۔
- محمد بن یزید الواسطی (م:۳۰۶ھ): اعجاز القرآن
- عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی (م:۳۱۶ھ): نظم القرآن
- ابوزید البلخی (م: ۳۲۲ھ): نظم القرآن
- احمد بن علی 'ابن الاخشید' (م:۳۲۶ھ): نظم القرآن
- ابوالحسن علی بن عیسیٰ الرمانی (م:۳۸۶ھ) نے النکت فی الاعجاز القرآنی لکھی۔ انھوں نے قرآنی اعجاز کے سات امور کا ذکر کیا۔[۳]
- ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی (م: ۳۸۸ھ) نے بیان إعجاز القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔ وہ کہتے ہیں: قرآن کا اعجاز ان فصیح ترین الفاظ کی وجہ سے ہے جو صحیح ترین معانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ دوسرا اعجاز اس کا سننے والوں کے دلوں میں اثر کرنا ہے، کہ کتنے ہی دشمن عرب اس کو سن کر دشمنی ترک کر کے مسلمان ہو گئے۔[۴]
- ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی (م: ۴۰۳ھ) نے کتاب اعجاز القرآن میں قرآنی اعجاز کے تین امور کا تذکرہ کیا: قرآن نے غیبی امور کی اطلاع دی، گزرے ہوئے لوگوں اور پچھلی نسلوں کے بارے اطلاع دی، اور اس میں غیر معمولی نظم پایا جاتا ہے۔[۵]
- ابوبکر عبدالقاھر بن عبدالرحمٰن الجرجانی (م:۴۷۱ھ) نے الرسالۃ الشافیۃ[۶] لکھی۔

اس کے علاوہ انھوں نے دلائل الاعجاز کے نام سے بھی کتاب لکھی۔[۷] اسی موضوع پر ان کی ایک اور کتاب أسرار البلاغۃ ہے۔

- القاضی عیاض بن موسیٰ (م: ۵۴۴ھ) نے کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی میں قرآنی اعجاز کے چار امور کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ غیبی امور کی اطلاع دیتا ہے اور پچھلی نسلوں کے بارے بتاتا ہے۔[۸]
- علی بن محمد السخاوی (م: ۶۴۳ھ) نے کہا کہ اعجاز قرآنی اس کے نظم اور اسلوب میں ہے۔ غیبی امور اور پرانی قوموں کے واقعات رسولؐ اللہ کی سچائی کی دلیل ہیں۔[۹]
- ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (م: ۶۸۴ھ) نے اعجاز قرآنی کے دس امور کا ذکر کیا ہے۔[۱۰]
- بدرالدین زرکشی (م: ۷۹۴ھ) نے اعجاز کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا ہے۔[۱۱]
- جلال الدین السیوطی (م: ۹۱۱ھ) نے اپنی دو کتابوں الاتقان فی علوم القرآن[۱۲] اور معترک الاقرآن فی إعجاز القرآن[۱۳] میں اعجاز قرآنی کی متعدد صورتوں کا ذکر کیا۔
- مفتی محمد عبدہٗ (م: ۱۹۰۵ء) نے رسالۃ التوحید[۱۴] میں اعجاز القرآن پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں مصطفٰے صادق الرافعی (م: ۱۹۳۷ء) کی کتاب إعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ[۱۵] بھی شامل ہے۔ عبدالمتعال الصعیدی (م: ۱۹۶۶ء) نے النظم الفنی فی القرآن لکھی اور قرآنی آیات کے ایک دوسرے سے مربوط ہونے کے اعجاز پر زور دیا۔ سید قطب (م: ۱۹۶۶ء) نے اپنی تفسیر فی ظلال القرآن[۱۶] کے علاوہ التصویر الفنی فی القرآن[۱۷] اور مشاھد القیامۃ فی القرآن[۱۸] میں قرآن پاک کے ابلاغی اور ادبی اعجاز پر گفتگو کی۔

معجزہ کیا ہے؟

'اعجاز' عربی زبان کا لفظ ہے جو مادہ یا جذر (ع-ج-ز) سے مشتق ہے۔ اس کے ثلاثی مصدر کے معنی ہیں عاجز ہونا، قادر نہ ہونا، کمزور ہونا۔ اسی جذر سے عاجز، عجوز، معجزہ اور اعجاز جیسے الفاظ بنتے ہیں۔ عجز کے معنی کمزوری بھی ہے اور انسان کا پچھواڑہ بھی۔ اعجاز کے معنی ہیں کسی چیز کو حاصل کرنے یا پکڑنے کو ناممکن بنانا۔ اصطلاح کے طور سے 'اعجاز' کے معنی عاجز اور کمزور کر دینا ہے۔

الاعجاز القرآنی کے معنی ہیں قرآن پاک کے ذریعے رسول اکرمؐ کے پیغام کے صدق کا معجزاتی اظہار اور منکروں کو چیلنج کہ اس جیسا کلام لائیں۔

عجز سے معجزہ بھی مشتق ہے، جو زندگی اور موجودہ دنیا کے فطری قوانین کے خلاف واقع ہوتا ہے۔ایک اسلامی اصطلاح کے طور پر معجزہ وہ عمل ہے جو پیغمبرؑ اپنی پیغمبری کے اعلان کے بعد اور پیغمبری کی تائید و اثبات میں اپنے انکار کرنے والوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔شیخ ابوزہرہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے: ''وہ عادت کے مخالف امر ہے جسے نبوت کا دعویٰ کرنے والا یہ کہہ کر پیش کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسولؐ ہے اور (اپنے منکرین) کو چیلنج کرتا ہے کہ اس جیسا عمل لا کر دکھائیں'' ۔[19] یہ دلیل حسی ہوسکتی ہے جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیا علیہم السلام نے پیش کی مثلاً مُردوں کو زندہ کرنا، عصا کو چلتا ہوا سانپ بنا دینا وغیرہ۔حضور پاکؐ سے بھی ایسے معجزے صادر ہوئے جیسے شق قمر اور انگلیوں سے پانی نکلنا۔معجزہ فطری قوانین کے خلاف واقعہ ہوتا ہے اور نصرت الٰہی کے بغیر کوئی معجزہ نہیں لاسکتا۔اسی طرح اللہ پاک کسی جھوٹے مدعی کو معجزہ نہیں دیتے ہیں۔

قرآن پاک کا اعجاز بہت متنوع ہے۔اس میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ تاریخی اعجاز (ماضی، حال اور مستقبل کی خبروں کو بتانا)،نفسیاتی اعجاز (انسانی نفس کے اسرار کو بتانا)،تشریعی اعجاز (ایسے قوانین انسان کے لیے بنانا جو اس کے لیے بالکل مناسب ہوں)،علمی اعجاز (ایسے سائنسی اسرار کو بتانا جن کو حضور پاکؐ کے زمانے کے لوگ نہیں جانتے تھے یا جن کا انسان نے ابھی انکشاف نہیں کیا تھا)۔

اس وقت کے اور بعد کے عرب قرآن پاک کے اس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ عربوں کے پورے شعری اور نثری کلام میں فصاحت،لطیف معانی،حکمت و بلاغت کی قرآن جیسی مثال نہیں ملتی ہے۔عرب حکما و شعرا کا جو کلام ملتا ہے وہ چند الفاظ یا مختصر قصائد پر مشتمل ہوتا ہے۔[20]

عربی زبان کے ممتاز ترین ادیب ابن المقفع (م:۱۴۲ھ/ ۷۵۹ء) نے اس چیلنج کو قبول کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس میں ناکام رہا۔آخر میں اس نے اپنے لکھے ہوئے سارے صفحات پھاڑ دیے اور شرم کے مارے اس مسئلے پر خاموش رہا۔[21]

قرآن کا یہ اعجاز وقتی نہیں تھا بلکہ وہ تاقیامت جاری رہے گا۔اس لحاظ سے اپنی تعلیمات

کے علاوہ قرآن بذات خود ایک معجزہ ہے۔ قرآن ہی رسولؐ اللہ کا اصلی معجزہ ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام انبیاؑ کو معجزے دیے گئے، جن کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے۔ مجھے جو دیا گیا ہے وہ 'وحی' ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی'' (ما من الانبیاء نبی إلا أعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر ، إنما کان الذی أوتیت أنا وحیا أوحاہ اللہ إلیّ ۔[۲۲]

'اعجاز' یا 'معجزہ' کا لفظ قرآن پاک میں نہیں آیا ہے بلکہ اس کا استعمال دوسری صدی ہجری کے اواخر سے شروع ہوا۔ خود قرآن پاک میں اس کے لیے لفظ 'آیۃ' استعمال ہوا ہے، جیسے: البقرہ ۲: ۳۹، ۹۹؛ آل عمران ۳: ۴، ۷؛ النساء ۴: ۵۶، ۱۴۰؛ المائدہ ۵: ۱۰، ۴۴؛ الانعام ۶: ۴، ۲۱ وغیرہ میں ہے۔ اسی طرح اس کے لیے 'بیّنۃ' کا لفظ آیا ہے، جیسے: البقرہ ۲: ۲۱۱؛ الانعام ۶: ۵۷، ۱۵۷؛ الاعراف ۷: ۷۳، ۸۵، ۱۰۵؛ الانفال ۸: ۴۲؛ ہود ۱۱: ۱۷، ۲۸، ۵۳، ۶۳، ۸۸؛ طٰہٰ ۲۰: ۱۳۳؛ العنکبوت ۲۹: ۳۵؛ فاطر ۳۵: ۴۰؛ محمد ۴۷: ۱۴؛ البینۃ ۹۸: ۱، ۴۔

اسی طرح 'برھان' کا لفظ آیا ہے، جیسے: البقرہ ۲: ۱۱۱؛ النساء ۴: ۱۷۴؛ یوسف ۱۲: ۲۴؛ الانبیاء ۲۱: ۲۴؛ المؤمنون ۲۳: ۱۱۷؛ النمل ۲۷: ۶۴؛ القصص ۲۸: ۳۲، ۷۵۔ ایک لفظ 'سلطان' استعمال ہوا ہے، جیسے: آل عمران ۳: ۱۵۱، النساء ۴: ۹۱، ۱۴۴، ۱۵۳؛ الانعام ۶: ۸۱۔

معجزے کی شرائط

- معجزہ اللہ کی طرف سے ہونا چاہیے۔ کوئی جادو یا کرتب معجزہ نہیں ہوگا۔
- اسے خارق العادت ہونا چاہیے یعنی دنیا میں جو واقعات ہو رہے ہیں اس کے برخلاف ہو۔
- اس عمل کو کوئی توڑ نہ سکے، نہ غلط ثابت کر سکے۔
- اس کا ظہور نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے ہاتھوں ہو۔
- عمل حسب دعویٰ ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ دعویٰ کسی اور بات کا ہو اور عمل کچھ اور ہو۔
- جس عمل کا معجزہ لانے والا دعویٰ کرے وہی عمل اس کی تکذیب نہ کرے۔
- مذکورہ عمل دعوائے نبوت سے پہلے نہ ظاہر ہوا ہو بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد واقع ہو۔[۲۳]

● **اعجاز اور کرامت میں فرق:** کرامت کے ذریعے اللہ پاک اپنے کسی پاک بندے

کی فضیلت واضح کرتے ہیں، جیسے حضرت مریمؑ کو سردی کا پھل گرمی میں ملنا اور گرمی کا پھل سردی میں۔ اسی طرح اولیا و صالحین کے ہاتھوں کرامات ظاہر ہوتی ہیں، جو معجزہ نہیں ہوتی ہیں۔

معجزہ اور جادو میں فرق

● **معجزہ اور جادو میں فرق:** معجزہ خارق عادت ہے اور دنیاوی قوانین کے برخلاف وجود میں آتا ہے، جب کہ جادو سیکھا جاسکتا ہے اور وہ ساحر کے عمل سے وجود میں آتا ہے، اللہ پاک کے حکم سے نہیں۔ اس کی مثال حضرت موسیٰؑ کا عصا ہے جو معجزہ سے حقیقی سانپ بن گیا اور جادوگروں کے سانپوں کو کھالیا، جب کہ جادوگروں کے سانپ محض آنکھوں کا دھوکا تھے۔

● **قرآنی اعجاز کن پہلوؤں میں ہے؟:** علما نے قرآنی اعجاز کے جن پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے ان کو مندرجہ ذیل وجوہ میں بیان کیا جاسکتا ہے: لسانی، ادبی، بیانی، ابلاغی، نظمی، لفظی، دلیلی، عقیدی (اعتقادی)، تعبدی (عبادی)، تشریعی (قانون سازی)، تاریخی، تربوی (تعلیمی)، نفسی (نفسیاتی)، اقتصادی، اداری (ایڈمنسٹریٹیو)، تنبوؤی (پیشین گوئی)، علمی (سائنسی) طبی، فلکی، موسیقی، عددی اور اجتماعی۔ اور اعجاز کا یہ چیلنج انسانوں اور جنوں سب کے لیے ہے۔

● **قرآنی اعجاز قیامت تک قائم رہے گا:** علما کی رائے ہے کہ قرآن پاک کا اعجاز اپنی تمام صورتوں میں قیامت تک قائم ہے۔ اس بات کو مصطفےٰ صادق الرافعی (م: ۱۹۳۷ء) نے یوں بیان کیا ہے: ''قرآن واحد کتاب ہے جو معجزہ ہے۔ اس میں مذکور حقائق معجزہ ہیں۔ اس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انسانی فطرت سے ٹکرائے، اس لیے یہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک انسان اور دنیا باقی ہیں''۔[۲۴]

کچھ متاخرین کا خیال ہے کہ اعجاز قرآنی صرف اعجاز بیانی ہے۔ معروف مصری محقق محمود محمد شاکر (م: ۱۹۹۷ء) نے مالک بن نبی (م: ۱۹۷۳ء) کی کتاب الظاهرة القرآنية کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ''اعجاز، قرآن میں الفاظ کی ترتیب، بیان اور ان تمام خصوصیات کے استعمال میں ہے جو عربوں کے کلام میں نظم و بیان کے نام سے جانی جاتی تھی''۔[۲۵] لیکن ہمارا خیال ہے کہ قرآنی اعجاز صرف بیان و بلاغت میں نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جو اس کے نازل ہونے کے وقت عربوں کو نہیں معلوم تھیں یا جن کا انکشاف بعد میں ہوا۔

قرآن پاک اپنی جگہ دائمی معجزہ بھی ہے اور ہدایت کی کتاب بھی، جب کہ حضور پاکؐ سے پہلے آنے والے انبیاؑ کے معجزات وقتی ہوتے تھے۔ ابن خلدون کی رائے ہے کہ ''معجزات عموماً وحی کے علاوہ واقع ہوتے تھے جو نبی پر نازل ہوتی تھی پھر نبی معجزے کو گواہ کے طور پر پیش کرتا تھا۔ لیکن قرآن بنفسِ نفیس دعویٰ بھی ہے اور معجزہ بھی''۔ [۲۶]

●قرآنی چیلنج کے مراحل: قرآن پاک کے معجزہ ہونے اور کفار و مشرکین کو اس جیسا کلام لانے کے چیلنج کو تین مراحل میں بیان کیا گیا:

۱- پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ قرآن جیسا کلام لاؤ: قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۸)؛ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۳۴﴾ (الطور ۵۲:۳۴)۔

۲- دوسرے مرحلے میں کفار و مشرکین کو چیلنج کیا گیا کہ قرآن کی طرح کی دس سورتیں بنا کر لاؤ: اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۳﴾ (ھود ۱۱:۱۳)۔

۳- تیسرے مرحلے میں کفار و مشرکین سے کہا گیا کہ قرآن پاک جیسی ایک ہی سورہ بنا کر لاؤ: اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾ (یونس ۱۰:۳۸)؛ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ (البقرہ ۲:۲۳)؛ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۳۴﴾ (الطور ۵۲:۳۴)

لیکن ان تینوں چیلنجوں کو قبول کرنے سے کفار و مشرکین و منکرین اس زمانے سے لے کر موجودہ زمانے تک عاجز رہے۔

●عربوں کا ردّعمل: عربوں کو اپنی عربی دانی اور فصاحت و بلاغت پر بڑا فخر تھا۔ وہ دوسروں کو 'عجم' یعنی بے زبان یا گونگا سمجھتے تھے۔ عربوں میں قریش کی عربی زبان سب سے معیاری سمجھی جاتی تھی۔ جب قرآن ان کے سامنے پہلی بار پڑھا گیا تو وہ ان کو انسانی کلام نہیں لگا، اس لیے انھوں نے اس کو شعر یا سحر یا قدماء کے قصوں (اساطیر) سے تعبیر کیا۔ قرآن پاک نے

اس سب کا انکار کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کے دعوے کے بارے میں قرآن نے کہا: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ؀ (یٰسٓ ۳۶:۶۹) ’’ہم نے اس (نبیؐ) کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری اس کو زیب ہی دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب‘‘۔ ساحر کا کلام ہونے کے بارے میں قرآن نے کہا: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ڼ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ؀ (یونس ۱۰:۲) ’’کیا لوگوں کے لیے یہ ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے خود اُنھی میں سے ایک آدمی پر وحی بھیجی کہ (غفلت میں پڑے ہوئے) لوگوں کو چونکا دے اور جو مان لیں اُن کو خوش خبری دے دے کہ ان کے لیے اُن کے ربّ کے پاس سچی عزّت و سرفرازی ہے؟ (اس پر) منکرین نے کہا کہ یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے‘‘۔ قدماء کے قصوں کے بارے میں قرآن نے کہا: وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ؀ (الفرقان ۲۵:۵) ’’کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنھیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں‘‘۔

عربوں کا شروع سے ردِّعمل، قرآنی اعجاز کا انکار کرتے ہوئے تلوار کے ذریعے آخر تک اس کی مخالفت تھا حالانکہ ان کا دعویٰ تھا کہ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی قرآن جیسا کلام کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ ۙ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ؀ الانفال ۸:۳۱)۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن انسان کا کلام ہے اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؀ (المدثر ۷۴:۲۵)، وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ (النحل ۱۶:۱۰۳)، قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ (الانعام ۶:۹۱)۔ لیکن وہ اس طرح کا کلام پیدا نہیں کر سکے۔

قریشی سردار الولید بن المغیرہ قرآن پاک کے بارے میں کہتا ہے: فَوَاللهِ مَا فِيكُمْ رَجُلٌ أَعْلَمُ بِالشِّعْرِ مِنِّي وَلَا بِرَجَزِهِ وَلَا بِقَصِيدِهِ وَلَا بِأَشْعَارِ الْجِنِّ وَاللهِ مَا يُشْبِهُ الَّذِي يَقُولُ شَيْئًا مِنْ هٰذَا وَوَاللهِ إِنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِي يَقُولُ حَلَاوَةً وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَإِنَّهُ لَمُثْمِرٌ أَعْلَاهُ مُغْدِقٌ أَسْفَلُهُ وَإِنَّهُ لَيَعْلُو وَلَا يُعْلَى عَلَيْهِ [۲۷] (خدا کی قسم، تم میں سے کوئی نہیں جو شعر کو، رجز کو، قصیدے کو اور جنات کے شعر کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ خدا کی قسم! یہ جو کہتا ہے وہ

ان چیزوں میں سے کسی کی طرح نہیں ہے۔ خدا کی قسم! جو یہ کہتا ہے اس میں شیرینی ہے، اس میں تازگی ہے، اس کا اوپری حصّہ پھل دار ہے اور نچلا حصّہ پیاس بجھانے والا ہے۔ وہ اوپر کی طرف اٹھتا ہے اور کوئی اس کے اُوپر نہیں اٹھ سکتا ہے)۔[جاری]

حواشی

۱- فلاح عبدالحسن ہاشم، محاضرات فی مادۃ الاعجاز القرآنی، جامعۃ البصرۃ، ص۱۷

۲- احمد جمالی العمری، مفهوم الاعجاز القرآنی، ص۴۳-۴۲ نقلا عن السید نذیر الحسني، المراحل والأدوار التي مر بها بحث الاعجاز، مستل من کتاب دروس فی علوم القرآن، ص۲۳۷- ۲۴۳

۳- الرمانی، النکت فی الاعجاز القرآنی، دار المعارف بمصر، الطبعة الثالثة ۱۹۵۵م، ص۷۵، بحوالہ ثلاث رسائل فی إعجاز القرآن: الخطابی والرمانی والجرجانی

۴- الخطابی، بیان إعجاز القرآن، دار المعارف بمصر، الطبعة الثالثة، ۱۹۵۵م، ص۲۷، بحوالہ ثلاث رسائل فی إعجاز القرآن: الخطابی والرمانی والجرجانی

۵- الباقلانی، إعجاز القرآن، دار المعارف بمصر، ص۴۹- ۵۱

۶- دار المعارف بمصر، الطبعة الثالثة ۱۹۵۵م

۷- تعلیق محمود محمد شاکر، مطبعة المدنی، القاهرة، ۱۹۸۴ء

۸- القاضی عیاض بن موسی، الشفا بتعریف حقوق المصطفی، دبي ۱۹۹۹م، ص ۳۱۷- ۳۳۳

۹- السخاوی، جمال القراء وکمال الإقراء، تحقیق مروان العطیة و محسن خرابة، دار المأمون للتراث، دمشق وبیروت ۱۹۹۷، ص ۱۰۱-۱۰۹

۱۰- القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب المصریة، القاهرة، ۱۹۳۵م، ص ۶۹-۷۵۔

۱۱- البرهان فی علوم القرآن، تحقیق ابو الفضل الدمیاطی، طبع دار الحدیث ۲۰۰۶م، ص۳۸۳ ومابعدها

۱۲- الإتقان فی علوم القرآن، مرکز الدراسات القرآنیة، المملکة العربیة السعودیة، ج5، ص۱۸۷۹ ومابعدها۔

۱۳- معترك الأقران فی إعجاز القرآن، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۸۸۔

۱۴- دار الشروق، بیروت والقاهرة، ۱۹۹۴م

۱۵- دار الکتاب العربي، بیروت ۱۹۷۳م

۱۶- دار الشروق القاهرة بیروت، الطبعة ۳۲، ۲۰۰۳م

۱۷- دار الشروق القاهرة، الطبعة ۱۷، ۲۰۰۴م

۱۸- دار الشروق القاهرة، الطبعة ١٦، ٢٠٠٦م

۱۹- محمد ابوزهرة، المعجزة الكبرى للقرآن، دار الفكر العربی (نحو ۱۹۷۰)، ص: ۷

۲۰- علي الصلابي، مطارحات في وجوه الاعجاز القرآني، الجزيرة، ۲۴ اگست ۲۰۱۳

۲۱- مصطفٰی صادق الرافعی، تارخ آداب العرب، ۲/۱۱۸

۲۲- صحیح الخا ری، کتاب فضائل القرآن ۴۹۸۱، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ۷۲۷۴۔

۲۳- فلاح عبد الحسن هاشم، محاضرات فی مادة الاعجاز القرآنی، ص: ۱۰-۱۱۔

۲۴- مصطفٰی صادق الرافعی، تارخ آداب العرب، ۲/۱۰۴

۲۵- مقدمة کتاب الظاهرة القرآنية لمالك بن نبی، دار الفکر، دمشق، ۲۰۰۰، ص ۳۰

۲۶- مقدمة بن خلدون ص: ۱۰۶-۱۰۷، نقلا عن نور الدين عتر، علوم القرآن الکريم

۲۷- ابن کثیر، البداية والنهاية ص ۷۵۵۔